علوم ائمہ

ہمارے ائمہ، انبیاء علیہم السلام کی طرح دولتِ علم سے مالامال اور منبع علم سے فیض یاب تھے۔ حضور اکرم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کا آغاز ہی اِقرء سے ہوتا ہے اور سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں میں پڑھنے، پڑھانے اور قلم کے ذریعے علم سکھانے کا تذکرہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کو اس طرح دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے: قُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْماً (۱۱۴ طہٰ ۲۰) کہو یا ربّ مجھے علم میں فزوں کر اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد شہرہ آفاق ہے: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اَلرَّحْمٰن عَلَّمَ الْقُرْاٰن اور عَلَّمَہُ شَدِیْدُ الْقُویٰ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ علم نبی کا منبع ذاتِ واجب الوجود ہے۔ انبیائے کرام نے کسی کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ نہیں کیا بلکہ ان کا علم وھبی ہے اکتسابی نہیں۔ اسی طرح ائمہؑ کے علم کا سرچشمہ قرآن، احادیث اور ذاتِ پیغمبر اکرم ﷺ ہے ان میں سے کسی فرد نے کبھی بھی کسی استاد سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اَباً عَنْ جَدٍّ انھیں علم کی روشنی ملتی رہی اور وہ علم کی دولت سے مالامال ہوتے رہے۔

ہمارے ائمہ کرام نے اپنے اپنے عہد و عصر کے تقاضوں کے مطابق علوم کے بیش بہا خزانے چھوڑے ہیں؛ علوم قرآن، علوم تفسیر، علوم حدیث اور علوم فقہ میں سب کے سب، منفرد، یگانہ اور بے مثال تھے کوئی ان کا مدّمقابل اور مماثل نہ تھا۔ بہت سے علوم ایسے ہیں جو زمانۂ جاہلیت سے مسلمانوں تک پہنچے جن میں خطابت، شعر و شاعری، انشاء اور لغت وغیرہ۔ یونانیوں سے فلسفہ، منطق اور طب اور نجوم کے علوم منتقل ہوئے۔ لیکن جو علوم قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد وجود میں آئے اور اس کی تفہیم میں مددگار ہوئے ان میں قرائت اور اس کے اصول، نحو، ادب اور اس کے علوم، حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ ہیں۔

علم ریاضی، علم کیمیا اور فلکیات کے علوم بھی معرض وجود میں آئے۔ حکمت اور الٰہیات کے امور بھی ظاہر ہوئے اور متکلمین کا ایک گروہ پیدا ہوا۔ ابن ابی الحدید فرماتے ہیں: وَاَمَّا الْحِکْمَةُ وَالْبَحْثُ فِی الاُ مُوْرِ الْاِلٰهِیَّةِ فَلَمْ یَکُنْ مِنْ فَنِّ اَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ وَاَوَّلُ مَنْ خَاضَ فِیهِ مِنَ الْعَرَبِ عَلِيٌّ۔۔ جہاں تک حکمت اور امور الٰہیہ میں بحث و تمحیص کا تعلق ہے تو عرب میں سے کوئی بھی اس فن میں ماہر نہ تھا، عربوں میں سب سے پہلے جس نے اس علم میں غوطہ زنی کی وہ علی۔ ہیں۔ علی۔ پہلے متکلم ہیں آپ نے خوارج کے مسئلہ وعد وعید میں اور قدریہ سے مشیت اور استطاعت کے باب میں مناظرے کیے، لہذا بغدادی الفَرق بین الفَرق میں کہتا ہے: "فدونک ائمه اصول الدین و علماء الکلام من اهل السنّه فاوّل متکلمیهم من الصحابة علی بن ابی طالب کرم الله وجهه۔" تمھارے سامنے ائمہ اصول دین اور اہل سنت کے علمائے کلام میں اصحاب میں سب سے پہلے متکلم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ ہیں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں: قد جاء فی خطب امیر المومنین علی ابن ابی طالب من اسرار التوحید والعدل والنبوة والقضاء و القدر و احوال المعاد ما لم یات فی کلام سائر الصحابة و ایضاً فجمیع فِرق المتکلمین ینتهی آخر نسبتهم فی هذا العلم الیه (اربعین ص ۴۶۷)، امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خطبات میں توحید، عدل، نبوت اور قضاء و قدر کے اسرار اور معاد کے بارے میں اتنا کچھ بیان ہوا ہے کہ جو تمام صحابہ کے مجموعی کلام میں بھی نظر نہیں آتا۔ اس علم میں متکلمین کے تمام گروہوں کا آخری نقطۂ انتساب آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

علامہ محسن الامین تحریر فرماتے ہیں: امیر المومنین علی ابن ابی طالب۔ مقتدی الشیعة وامامهم، اوّل من سن ما یسمّی علم الکلام والاحتجاج فی الاسلام۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب۔ جو شیعوں

کے مقتدااور امام ہیں، وہ پہلے فرد ہیں جنھوں نے اس علم کی داغ بیل ڈالی جو علم کلام اور احتجاج کے نام سے موسوم ہے۔

ابن الانباری نزھۃ الابناء فی الادباء میں فرماتے ہیں کہ: انّ اوّل من وضع علم العربیۃواسس قواعده وحد حدوده امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی الله عنه۔سب سے پہلے جس ہستی نے علم عربیہ و نحو کو وضع کیااور اس کے قواعد کی اساس رکھی اور اس کے حدود متعین کیے وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اُن سے ابوالاسود ظالم بن عمرو بن سفیان دؤلی نے یہ علم اخذ کیا ہے۔

قفطی انباء الرّواة علی ابناء النحاة میں فرماتے ہیں: "جمہور اس بات کی روایت کرتے ہیں کہ علم نحو کے سب سے پہلے وضع کرنے والے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجھہ ہیں ابوالاسود دؤلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت علی۔ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھا کہ آپ فکر میں غلطاں ہیں میں نے سوال کیا! اے امیر المومنین آپ کس بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں؟ تو امام۔ نے فرمایا: میں نے تمھارے شہر میں (لحن) یعنی قرآن کو غلط پڑھتے ہوئے سنا ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایسی کتاب لکھ دوں جو اصول عربیہ پر مشتمل ہو تو میں نے عرض کی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو آپ ہمارے درمیان عربی زبان کی بقا کا سامان فراہم کر دیں گے پھر جب میں کچھ دنوں کے بعد آیا تو امام عالی مقام نے مجھے ایک صحیفہ مرحمت فرمایا جس میں تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الکلام کلہ اسم فعل و حرف۔ قفطی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں کاتبوں کے پاس ایسے حصے دیکھے تھے جن میں نحو کے ابواب مرقوم تھے وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ یہ نحو کا وہ مقدمہ ہے جسے ابوالاسود نے حضرت علی۔ سے حاصل کیا تھا۔ اور ابوالاسود دؤلی نے یحیٰ بن یعمر کے ساتھ مل کر قرآن پر اعراب اور نقطے لگائے۔

جہاں تک علم قرائت کا تعلق ہے تو صحابہ اور تابعین کی جماعت میں سات قراء مشہور ہیں جن میں عاصم جن کی وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی نہایت شہرت کے حامل ہیں۔ عاصم نے قرآن کی قرأت ابی عبد الرحمٰن، عبد اللہ بن حبیب سلّمی کے سامنے کی کہ جو امیر المومنین کے شیعہ تھے اور انھوں نے قرآن کی قرائت حضرت علی ۔کے سامنے کی تھی اور عاصم بن حفص سے روایت کی ہے جو دو واسطوں سے حضرت علی۔ کی قرأت کے راوی تھے اسی لیے جو قرآن ہر سال حاجیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس میں یہ موجود ہے: کُتِبَ ھذا المصحف الکریم وضبط علیٰ مایوافق روایۃ حفص بن سلیمان بن المغیرۃ الاسدی الکوفی لقرأءۃ عاصم بن ابی النجود الکوفی التابعی من ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب السُّلمی عن عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب و زید بن ثابت وابی بن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ "یہ مصحف کریم تحریر کیا گیا اور اس پر اعراب لگائے گئے جو موافقت رکھتے ہیں روایت حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی کوفی جو روایت عاصم بن ابی النجود کوفی سے مطابقت رکھتے ہیں انھوں نے ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب سلّمی سے اور انھوں نے۔۔۔ حضرت علی ابن ابی طالب۔۔۔ سے اور انھوں نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔"

اور وہ مزید لکھتے ہیں: واتبعت فی عدآیاتہ طریقۃ الکوفییّن عن ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب السلّمی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعدد آیاتہ علی طریقتھم ۶۲۳۶ آیات۔ "اور میں نے آیات کو شمار کرنے کے لیے کوفیوں کے طریقے کو اتباع کیا ہے جنھوں نے ابی عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب سلّمی سے اور انھوں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے اخذ کیا ہے۔

امام علی علیہ السلام کی فصاحت وبلاغت

اس بات کی وضاحت کے لیے نہج البلاغہ کافی ووافی ہے جو مولائے کائنات کے خطبات، مکتوبات اور اقوال پر مشتمل ہے جسے سید رضی متوفی (۴۰۶ھ) نے منتخب کیا ہے۔ اس کے علاوہ عبد الواحد بن محمد تمیمی آمدی متوفی (۵۵۰ھ) نے ۱۱۱۹۲۔اقوال، غرر الحکم ودرر الکلم کے نام سے جمع کیے ہیں نیز سجع الحمام فی

حکم الامام امیر المومنین علی ابن ابی طالب۔کے نام سے علی الجندی نے اقوال جمع کیے ہیں جن کی تعداد ۱۸۳۳ ہے۔ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں ایک ہزار اقوال جمع کیے ہیں۔ نثر اللالی حکم وامثال کا مجموعہ ہے جسے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اس میں ۲۷۸ حکمتیں بیان ہوئی ہیں۔

کچھ امثال ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی نے جمع کی ہیں جن کی تعداد ۴۸ ہے۔ان کے علاوہ دیگر مجموعے بھی موجود ہیں جن میں مولا کے کلام کو احصا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جہاں تک معانی، بیان، بدیع اور بلاغت وفصاحت کا تعلق ہے تو میرے کتب خانے میں اس موضوع پر دو کتابیں موجود ہیں: "روائع نہج البلاغہ" جسے جورج جرداق نے تحریر کیا ہے وہ "صوت العدالة الانسانية"کے بھی مصنف ہیں۔دوسری کتاب "روائع البیان فی خطاب الامام" جس میں امام کے کلام کی بلاغت اور لغوی خوبیوں اور پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے اسے تحریر کیا ہے ڈاکٹر رمضان عبد اللہ عبد الھادی نے متحدہ عرب امارات کی جانب سے اس کتاب کی توثیق کی گئی ہے۔نہج البلاغہ میں تشبیہ اور استعارے پر ایک مختصر سی کتاب قصی الشیخ عسکر کی ہے جسے موسسہ البلاغ بیروت نے شائع کیا ہے، نیز ایک کتاب "ماءۃ شاھد و شاھد من معانی کلام الامام علی۔فی شعر ابی الطیب المتنبی ہے جسے تحریر کیا ہے عبد الزھرا حسینی خطیب نے اور دار الاضواء بیروت سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

فن خطابت:

شاعری کی طرح فن خطابت کا تانا بانا بھی خیالات وافکار اور فصاحت وبلاغت ہیں یہ آزادی، شجاعت، ہمّت اور اولوالعزمی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ خطیب لفظوں کے حسن و شکوہ اور آواز کے نشیب و فراز سے سامعین کو متاثر کر کے ان کے خیالات اور نظریات میں ایک ہلچل مچا دیتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے مشہور

خطیبوں میں قس بن ساعدہ الایادی، عمرو بن کلثوم الثعلبی، اکثم بن صیفی التمیمی اور عمرو بن معد یکرب الزبیدی بہت مشہور ہیں۔

احمد حسن الزّیات تاریخ الادب العربی (صفحہ ۱۳۵ طبع بیروت ۱۹۹۳) میں تحریر فرماتے ہیں:
لانعلم بعد رسول اللّٰه فیمن سلف وخلف افصح من علی فی المنطق ولا ابل ریعا فی الخطابة کان حکیما تتفجر الحکمة من بیانه و خطیبا تتدفق البلاغة علی لسانه و واعظا ملء السمع القلب و مترسلا بعید غور الحجة و متکلما یضع لسانه حیث شاء وهو بالاجماع اخطب المسلمین وامام المنشئین:

ہمارے علم میں نہیں ہے کہ رسول اللہ کے بعد پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں میں علی سے بڑھ کر کوئی فصیح اللسان اور اُن سے زیادہ و کوئی زبان دان ہو، وہ ایسے حکیم تھے جن کے بیان سے حکمت کے چشمے ابلتے تھے اور ایسے خطیب تھے جن کی زبان سے بلاغت کے سیلاب امڈتے تھے اور ایسے واعظ تھے جن کے کلمات کانوں میں گونجتے اور دلوں میں اتر جاتے تھے اور ایسے خطیب تھے جن کے صاف ورواں بیان میں حکمت کی باریکیاں مضمر ہوتی تھیں اور ایسے متکلم تھے کہ جس موضوع پر چاہتے لب کشائی کرتے۔ اس بات پر اجماع ہے کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے بہتر خطیب اور انشاء پردازوں کے امام تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی کتابیں:

کتاب علی: یہ کتاب مسائل واحکام پر مشتمل تھی اس کتاب کے مندرجات کتب احادیث میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔

ا۔امام محمد بن اسماعیل بخاری۔ صحیح بخاری۔ جلد ثانی صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں: عن ابی جحیفه رضی اللّٰه عنه قال قلت لعلی رضی اللّٰه عنه هل عندکم شیءٌ من الوحی الاَّ ما فی کتاب اللّٰه قال و الذی فلق الحبّة وبرأ النسمة ما اعلمه الاَّ فهما یعطیه اللّٰه رجلاً فی القرآن و ما فی هٰذه

الصحیفة قلتُ و ما فی الصحیفة، قال: العقل و فکاک الاسیر و ان لا یقتل مسلم بکافرٍ ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا کتاب اللہ کے علاوہ آپ کے پاس وحی کی کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور جان دار کو خلق فرمایا میں تو اسے فہم و فراست سمجھتا ہوں جو اللہ کسی شخص کو قرآن کے بارے میں عطا کرتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے، میں نے سوال کیا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: قیدی کو باندھنا اور قیدی کی رہائی اور یہ کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے ہاتھوں قتل نہ کیا جائے۔

کتاب جفر و جامعہ: یہ دونوں کتابیں حضرت علی علیہ السلام کی تحریر کردہ ہیں "الجفر و الجامعة کتابان لعلی کرّم اللہ وجهه" جفر و جامعہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی دو کتابیں ہیں۔(دائرۃ المعارف ج۶ص ۴۷۸)

علومِ قرآن

اسلام سے قبل عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج عام نہ تھا اور نہ ہی اسے بنظر استحسان دیکھا جاتا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے قرآن کریم نے اس امر کی جانب باشندگان عرب کو راغب کیا ۔ نبی اکرم ﷺ پر سورۂ علق کی جن آیات کا سب سے پہلے نزول ہوا ان مین پڑھنے، پڑھانے اور قلم کا تذکرہ ہے۔ اقرء باسم ربک الذی خلق *خلق الانسان من علق اقرء وربک الاکرم الذی علّم بالقلم *علّم الانسان ما لم یعلم۔ پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو علق سے خلق کیا، پڑھو تمھارا ربّ بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "العلم صید والکتابة قید قیّدوا ارحمکم الله علومکم بالکتابة (کشف الظنون)" علم شکار ہے اور تحریر زنجیر ہے، خدا تم پر رحم کرے تم اپنے علوم کو کتابت کی زنجیروں میں جکڑ لو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: "قیدوا العلم بالکتابة" تحریر کے ذریعے علم کو قید کر لو، حضرت علیؑ نے اس مقصد کے لیے قرآن مجید کی کتابت کی اور اسے سب سے پہلے حیات پیغمبر میں ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں: "واحد مَن جمع القرآن و عرض علی رسول الله ﷺ" حضرت علی ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھوں نے قرآن جمع کیا اور رسول اکرم کی خدمت میں پیش کیا۔

نیز حضرت علیؑ کاتبین وحی میں سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی نے صلح حدیبیہ کی تحریر رقم کی تھی نیز حضرت علیؑ دنیائے اسلام کے پہلے مصنّف ہیں۔"انّ اوّل من صنّف فی الاسلام امیر المومنین علی" جس نے سب سے پہلے اسلام میں تصنیف کا آغاز کیا وہ امیر المومنین علی۔ ہیں۔

بعض ایسے علوم بھی ہیں جن کے نام بعد میں معرض وجود میں ائے لیکن مولائے کائنات نے ان کی بھی داغ بیل ڈالی ہے۔ معانی، بیان، بدیع، اصول فقہ، علمِ کلام وغیرہ۔ نحو و صرف بھی علی کی حیثیت سے متداول نہ تھا۔ عرب کے لوگ فصیح اللسان اور طلیق البیان تھے، شاعری ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور وہ اس کے سامنے سر سجود ہوتے تھے۔ سبعہ معلقات اور مفضلیات اس پر شاھد ہیں قرآن کریم نے ان کی شاعری کی ساحری کو نثر کے ذریعے باطل کر دیا اور چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی کوئی اس کی مثال پیش نہ کر سکا اسی طرح امیر المومنین۔ کا کلام جو تحت کلام الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے جسے منتخب کر کے

سید رضی نے نہج البلاغہ کے نام سے کتابی صورت عطا کی ہے اس میں ۲۴۱ خطبات ۷۹ مکتوبات اور وصیتیں اور ۴۸۰ اقوال ہیں یہ ادب کا شاہکار ہونے کے علاوہ قرآن کی تشریح، احادیث کی توضیح، خلقت ارض و سما اور اخلاقی مسائل کے علاوہ سائنسی مضامین بھی بیان کیے گئے ہیں۔